

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ
يَلْغُو عَنِّي وَكَوْا آيَةً (رواه البخاري)

ماخوذ
مواظف حكيم الامت (مجلد ۳)

وعظ

تعظيم الشائر (قرباني كے احكام)

از افادات

حكيم الامت مجدد الامت حضرت مولانا اشرف علي تھانوی قدس سرہ

حواشی

مولانا خليل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۸

فون پرانی انارکلی: ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۳۲۸۰۶۰ ۵۲۲۲۲۱۳

مواظب حکیم الامت

جلد سوم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عزائت و حاشی

مولانا طفیل احسند تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

کامران ہلالک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور



جلد سوم

حکیم الامتہ مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوانات و حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی



شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کرامن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون : ۴۳۸۰۶۰ - ۵۲۲۲۱۳

تَعْظِيمُ الشَّعَارِ

- ۱- خطبہ ماثورہ
- ۲- تہید
- ۳- مفہوم شعار
- ۴- تعظیم شعار
- ۵- تقویٰ کا گہمند
- ۶- نظر حقیقت بین
- ۷- حقیقت تقویٰ
- ۸- صحبت قربانی
- ۹- قبولیت قربانی
- ۱۰- شرائط قبولیت و صحبت
- ۱۱- آثار محبت

۱
۲
۲
۳
۴
۵
۷
۸
۱۰
۱۱
۱۲

نمر شمار	عنوانات	صفحات
۱۲-	احکام قربانی	۱۳
۱۳-	میت کی طرف سے قربانی	۱۵
۱۴-	محسن اعظم ﷺ کی طرف سے قربانی	۱۶
۱۵-	غنی اور فقیر کا فرق	۱۷
۱۶-	حرام جانور کی قربانی	۱۸
۱۷-	اکل حلال کا اثر	۱۹
۱۸-	حرام کی نحوست	۲۰
۱۹-	جانور کے خریدنے میں احتیاط	۲۱
۲۰-	گوشت کی تقسیم	۲۱
۲۱-	کھال کا مصرف	۲۲
۲۲-	ذبح کے مسائل	۲۳

وعظ

تعظیم الشعائر

قربانی کے احکام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ ماثورہ

الحمد لله، نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شر
ورائفسنا و من سيئات اعمالنا من يهله الله فلا مضل له و من يضلل الله فلا هادي له و نشهد ان
لا اله الا الله و حده لا شريك له و نشهد ان سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله صلى الله
عليه و علي اله و اصحابه و بارك و سلم
اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم قال الله تبارك و
تعالى ذلك و من يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب

ترجمہ: یعنی یہ بات بھی ہو چکی اب ایک بات اور سن لو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے شعائر
یعنی علامات کی تعظیم کرے گا۔ تو ان کا یہ تعظیم کرنا خدائے تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے
ہوتا ہے۔

۱۔ علامات

تمہید

میں نے تقریباً ”دو جمعہ پہلے“ کچھ ترغیب و ترہیب متعلق قربانی کے بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ ضروری احکام اس کے متعلق بیان کروں گا۔ لیکن بوجہ اضمحال طبعیت اور ٹکان سفر کے موقع نہ ملا تھا۔ آج اس وعدہ کا اٹھا کرتا ہوں۔ یہ آیت سورہ حج کی ہے۔ ان آیتوں میں مع سیاق و سباق کے قربانی کے احکام مذکور ہیں۔ ہر چند کہ یہ احکام حج کی قربانی کے متعلق ہیں مگر اکثر احکام اضحیٰ اور حج کی قربانی کے مشترک ہیں اس لئے اس آیت کو میں نے اختیار کیا خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ جس میں قربانی وغیرہ کے تمام احکام داخل ہو گئے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ”ذلک“ یہ مبتدا ہے خبر اس کی محذوف ہے یا خبر ہے مبتدا اس کا محذوف ہے۔ مطلب اس جملہ کا قریب قریب اس کے ہے جیسے ہماری زبان میں کہتے ہیں کہ یہ بات گزشتہ تو ختم ہو گئی اب ایک اور بات سنو۔ اس سے کلام سابق اور کلام لاحق میں فصل ہو جاتا ہے۔ عربی میں اس غرض کے لئے مفید لفظ ”ذلک“ ہے اور دوسری کتب مولفہ و مصنفہ میں گویا ایسے الفاظ کم وارد ہوتے ہوں، لیکن قرآن مجید کا طرز تصنیف و تالیف کا نہیں بلکہ محاورات و عادات کے موافق ہے۔ مصنفین کا طرز دوسرا ہے۔ پس ارشاد ہے کہ دوسری بات سنو کہ جو شخص اللہ کے شعائر یعنی علامات کی تعظیم کرے گا جزا آگے ہے۔

مفہوم شعائر

اول دو چیزیں سمجھنا چاہیے اول یہ کہ شعائر کیا ہیں اور ان کی تعظیم کیا ہے۔ شعائر بہ معنی علامات اعمال ہیں دین کے۔ اس لئے کہ ان اعمال سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دیندار ہے جیسے نماز، حج وغیرہ۔ اگر کوئی کہے کہ صلوٰۃ تو خود دین ہے، علامت دین کے کیا معنی؟ بات یہ ہے کہ ہر شے کی ایک صورت ہو ا کرتی ہے اور ایک حقیقت اور وہ صورت علامت ہوتی ہے وجود حقیقت پر۔ اسی طرح دین کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت مثلاً ”صلوٰۃ ارکان“ مخصوصہ اس کی صورت ہے اور حقیقت صلوٰۃ جدائے ہے۔ جس کا تعلق زیادہ قلب سے ہے چنانچہ اگر ایمان و نیت نہ ہو، حقیقت نماز کی نہ پائی جائے اور ان دونوں کا تعلق ظاہر ہے کہ ۱۔ رغبت دلانا ۲۔ ڈرانا ۳۔ وعدہ پورا کرتا ہوں ۴۔ پہلی اور بعد کی آیات ۵۔ قربانی ۶۔ ایک اصول ۷۔ چھپی ہوئی ۸۔ خاص ارکان

قلب سے ہے اسی طرح ہر عمل کو سمجھنا چاہیے۔ پس صورت دین اور شے ہوئی اور حقیقت دین شے آخر۔ اور یہ صورتیں اعمال کی علامات ہیں دین کی، ان کو ہی شعائر فرمایا ہے۔ پس مفہوم شعائر کا متعین ہو گیا۔

تعظیم شعائر

اب تعظیم شعائر کی حقیقت معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کیا ہے۔ تعظیم شعائر یہ ہے کہ ان اعمال کا حق جس طرح شریعت مطہرہ نے حکم فرمایا ہے ادا کیا جائے۔ حاصل آیت کا یہ ہوا کہ جو شخص اعمال دین موافق احکام الہیہ ادا کرے۔ اب اس ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ مضمون عام ہے قرآنی اور غیر قرآنی سب اس میں داخل ہیں۔ میں نے جو اول اس مضمون کے عموم کا دعویٰ کیا تھا وہ ثابت ہو گیا۔ خلاصہ پوری آیت کا یہ ہے کہ جو شخص علامات دین یعنی اعمال کی تعظیم کرے گا، یعنی ان کو موافق شریعت کے ادا کرے گا۔ فافہم یعنی یہ ان اعمال کی تعظیم من تقویٰ القلوب قلوب کے تقویٰ سے ناشی ہونے والی ہے یعنی یہ علامت ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف اس شخص کے دل میں ہے کیونکہ خوف خدا ہی ایک ایسی شے ہے جو تعظیم شعائر اللہ کا باعث ہے۔

اگر کوئی کہے کہ حکومت سے بھی تعظیم شعائر کی متصور ہو سکتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ حکومت سے جو تعظیم ہوگی وہ صورت تعظیم ہوگی۔ تعظیم کی جو حقیقت ہے وہ نہ ہوگی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین نماز پڑھتے تھے لیکن اس لئے نہ پڑھتے تھے کہ خدا ہم سے راضی ہو۔ بلکہ یہ غرض تھی کہ مسلمان ہم سے راضی ہو جائیں۔ بتلائے کہ حکومت سے حقیقت کہاں پائی گئی پس جو کوئی تعظیم شعائر اللہ کی کرے گا وہ قلوب کے تقویٰ ہی سے ہوگی۔ یعنی خوف خدا ہی اس کا منشا ہو گا۔ کسی قاعدے اور قانون اور ضابطے سے نہ ہوگی۔ اور جملہ منافقاں من تقویٰ القلوب (یعنی ان کی تعظیم قلوب کے تقویٰ سے ہوتی ہے) قائم مقام جزا کے ہے اور اس جزا کی علت ہے جزا محذوف ہے اور جزا یہ ہے۔ فافہم متقی قلبہ (اس کا قلب متقی ہے) یعنی جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے۔ اس کا قلب متقی ہے کیونکہ یہ تعظیم تقویٰ ہی سے ہوتی ہے۔

۱۔ دل ۲۔ دوسری چیز ۳۔ علامات ۴۔ واضح ۵۔ پاکیزہ شریعت ۶۔ عام ہونے ۷۔ پیدا ہونے والی ۸۔ تصور کی جا سکتی ہے

اور قلوب کا لفظ جو بڑھایا ہے اس سے ایک مسئلہ واضح ہو گیا وہ یہ کہ تقویٰ قلب کی صفت ہے چنانچہ حدیث شریف بھی ہے التقویٰ معنا و اشار الی صدرہ یعنی تقویٰ اس جگہ ہے اور آپ نے اپنے قلب کی طرف اشارہ کیا۔

اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض اپنے کو متقی جاننے سے متقی نہیں ہوتا جب تک قلب اضداد تقویٰ سے پاک نہ ہو۔ البتہ دوسروں کی نسبت تو یہ عمل چاہیے کہ۔

ہر کرا جامہ پارسا بنی پارسا بین و نیک مرد انگار

(جس شخص کو پارسانی لباس میں دیکھو اس کو پارسا اور نیک مرد سمجھو)

تقویٰ کا گھمنڈ

لیکن اپنے کو متقی جاننا جیسا آج کل مرض ہے یہ آفت ہے حالانکہ دیکھتا ہے کہ میرے قلب میں سینکڑوں امراض مثل کینہ، حسد، حب دنیا، حب مال، حب جاہ موجود ہیں لیکن چونکہ داڑھی بڑھا رکھی ہے، ٹخنوں سے اوپر پا جامہ ہے، کرتا نیچا ہے، ہاتھ میں تسبیح، اس لئے لوگ متقی سمجھتے ہیں اور ان کے متقی سمجھنے سے خود اس کو بھی یقین ہو گیا کہ آخر یہ سب لوگ جھوٹے تو ہیں نہیں، کچھ تو بات ہے جو مجھ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ جیسے کسی بے وقوف کے پاس ایک شریر گھوڑا تھا۔ ہر چند اس کو دباتا تھا اور قابو میں لاتا تھا، لیکن وہ رسید ہی نہ دیتا تھا۔ کسی نے کہا کہ اس کو بیچ دو، مالک صاحب نے کہا کہ آپ ہی اس کو بکوا دیں۔ اس شخص نے چوک میں کھڑے ہو کر کنا شروع کیا کہ یہ گھوڑا بکتا ہے اور ایسا قدم باز ہے کہ اپنا نظیر نہیں رکھتا اور طرح طرح کے اوصاف اس کے بیان کئے۔ مالک صاحب یہ سن کر کہنے لگے کہ میاں اگر ایسا ہے تو لاؤ میں ہی نہ رکھوں، کیوں بیچوں۔ اس نے کہا کہ کیا تمہارا عمر بھر کا تجربہ میرے چند الفاظ سے جاتا رہا۔ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے کہ صریحاً ”دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اندر رٹیا، فریب، حسد، شہوت، غضب کا اتباع موجود ہے اور تمام عمر گزر گئی کہ نفس سے سابقہ پڑ رہا ہے سرکشی اس کی مشابہت ہے کہ چاہتے ہیں کہ فلاں کام کرے اور نہیں کرتا ہے، ان سب امور پر تو خاک ڈال دی اور یقین کس چیز پر آیا کہ ساری بہتی کے لوگ مجھ کو بزرگ سمجھتے۔

۱۔ تقویٰ کے خلاف چیزوں سے ۲۔ مال کی محبت ۳۔ عمدہ کی محبت ۴۔ تیز رفتار ۵۔ مثال ۶۔ صاف طور پر ۷۔ دکھاوا ۸۔ غصہ ۹۔ پیروی ۱۰۔ واسطہ ۱۱۔ دیکھنے میں آ رہی ہے ۱۲۔ باتوں

ہیں اس لئے میں بزرگ ہوں۔

دوسری حکایت اور یاد آئی، ایک میاں جی تھے۔ وہ لڑکوں کو بہت دق کرتے تھے لڑکوں نے آپس میں صلاح کی کہ جیسے یہ دق کرتے ہیں ان کو بھی دق کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک لڑکا مکتب میں آیا اور السلام علیکم کہہ کر میاں جی سے کہا میاں جی! کیا بات ہے آج کچھ چہرہ ادا اس سا ہے۔ دوسرا آیا حافظ جی کیا کیفیت ہے طبیعت تو اچھی ہے۔ تیسرا آیا خیر تو ہے کچھ بخار کا اثر چہرے نمایاں ہے غرض حافظ جی کو اس کہنے سننے سے یقین ہو گیا کہ میں یقیناً بیمار ہوں گھر آ کر لیٹ گئے بی بی سے لڑائی شروع کی کہ تمام لڑکوں نے عیادت کی مگر تو نے نہیں کی۔ غرض خوب لڑائی ہوئی۔ یہ حکایت مولانا یہ کہہ کر فرماتے ہیں کہ ارے احق! تو لوگوں کی تعظیم و تکریم سے ادہام میں مبتلا ہو گیا ہے، اپنے کو بزرگ سمجھتا ہے اور کچھ بزرگی پر منحصر نہیں بلکہ ایسی ہی بنا پر کسی کو ریاست کا گھمنڈ ہے کسی کو مولویت کا کسی کو ہمداری کا۔

اصل بات یہ ہے کہ جب تک اونٹ پہاڑ کے نیچے کو نہیں گذرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ مجھ سے اونچا کوئی نہیں اور جب پہاڑ پر نظر پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں اور مخلوق بھی مجھ سے بلند ہے، اس لئے رئیس کو چاہیے کہ اپنے سے بڑے رئیس کو دیکھے۔ مولوی کو چاہیے کہ اپنے سے بڑے مولوی کو دیکھے اور آج کل کی کیا ریاست اور کیا مولویت۔ ریاست تو یہ ہے کہ کسی غریب کو دو دو چپ لگوا دیئے یا اس پر چوکیدارہ بڑھوا دیا۔ کسی غریب کی گھاس چھین لی۔ چار پیسے کی شے دو پیسے میں لے لی۔ یہ تو ریاست ہے۔ مولویت یہ ہے کہ چند مسئلے یاد کر لئے مولوی بن بیٹھے مینڈک جب تک کنوئیں میں مقید ہے سمجھتا ہے یہی عالم ہے۔ ہر فن والے کو چاہیے کہ اپنے سے بڑے پر نظر کرے۔

نظر حقیقت بین

اور بالفرض اگر کوئی اس سے بڑا نہ ہو تاکہ اس پر نظر کرے تو حق تعالیٰ تو ہر صفت کمال میں سب سے بڑے ہیں۔ ممکن کی صفت کمال ہی کیا، مستعار اور معرض گدال میں ہیں حقیقی صفت کمالیہ کے ساتھ تو حق تعالیٰ شانہ ہی موصوف ہیں اور جن حضرات کی نظر حقیقت بین ہو گئی ہے ان کی نظر میں اپنا وجود بیچ در بیچ ہو گیا ہے اسی واسطے بزرگان دین قسمیں کھا کھا

۱۔ بیمار پر سی ۲۔ کمال کی ہر خوبی میں ۳۔ مانگا ہوا ۴۔ زائل ہونے کے قریب

کر کہتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں۔ ایک دوست نے دریافت کیا کہ فلاں بزرگ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ اگر سچے ہیں تو بزرگ نہیں اور اگر واقع میں بزرگ ہیں تو جھوٹی قسم کیوں کھائی۔ میں نے کہا کہ وہ سچے ہیں اور بزرگ بھی ہیں اور یہی بزرگی ہے کہ ان کی نظر کمالات خداوندی پر ہے اور کمالات خداوندی کے سامنے کوئی شے نظروں میں نہیں آتی۔ جیسے طلوع شمس سے ستارے نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ستارے رہتے ہیں۔ جیسے شیخ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ کسی نے جگنو سے پوچھا تھا کہ تو دن کو کہاں رہتا ہے؟ اس نے جواب دیا۔

کہ من روز و شب جز بسمرانم ولے پیش خورشید پیدا نیم
(یعنی میں رات دن سوائے جنگل کے کہیں اور نہیں رہتا۔ لیکن آفتاب کے سامنے ظاہر نہیں ہوتا ہوں)۔

پس حضرت حق کے سامنے کسی کا کوئی کمال نہیں اس لئے ان بزرگ کی قسم سچی ہے۔ حتیٰ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے کو سچ سمجھتے تھے۔ حق تعالیٰ کے رو بہ کوئی بڑا نہیں، سب چھوٹے ہیں ولہ الکبریا فی السموت والارض (اسی کو بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں) پس چند آدمیوں کے کہنے سے کہ آپ شاہ صاحب ہیں یا مولوی صاحب ہیں یا رئیس صاحب ہیں کیا ہوتا ہے۔

صاحبو! اگر ہمارا ظاہر و باطن یکساں بھی ہوتا تب بھی اس دلیل مذکور سے ثابت ہو گیا کہ ہم کو اپنے کو صاحب کمال نہ سمجھنا چاہیے چہ جائیکہ ہمارا اختلاف^۲ ظاہر و باطن کا یہ ہے کہ

ازہموں چوں کور کافر پر حطل داندروں قمر خدائے عزوجل
(ظاہری حالت ہماری ایسی ہے جیسے کافر کی قبر یا ہر سے مزین ہوتی ہے اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب نازل ہوتا ہے)۔

واللہ! اگر ٹنڈل کرو دیکھا جائے تو ہمارے قلب میں وہ خرافات ہیں کہ اگر دوسروں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی پاس بھی نہ بیٹھنے دے۔
۱۔ کہاں یہ کہ ۲۔ اختلاف

حقیقت تقویٰ

بات یہ ہے کہ تقویٰ کی حقیقت ہی اب تک معلوم نہیں ہوئی جو اپنے کو نقلی سمجھ بیٹھے۔ صورت تقویٰ اور شے ہے اور حقیقت تقویٰ جدا شے ہے۔ اور ظاہر میں صورت تقویٰ والا اور حقیقت والا یکساں ہے۔

انچہ مردم میکنند بوزنہ ہم
جو کچھ آدمی کرتے ہیں بندر بھی اس کی نقل کرتا ہے

آپ بھی مکان بناتے ہیں اور بچے بھی بناتے ہیں، ریت جمع کرتے ہیں اور اس سے مکان یعنی صورت مکان بناتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ میری سہ دہری ہے، یہ میرا دالان ہے، یہ پہرا دروازہ ہے۔ آپ اپنے گھر کے سامنے اس ریت کے گھر کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بصیرت کی نظر میں ہمارے اعمال خالی عن الحقیقت حقیر ہیں غرض نقل اور صورت شے اور شے ہے اور حقیقت اور چیز ہے۔ تقویٰ کی جڑ قلب میں ہے اگر جڑ ہوگی تو پھول بیٹھ شاداب رہیں گے اور اگر پھول توڑ کر گلدستہ بنایا جائے تو دیکھنے میں بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں، لیکن چونکہ ان کی جڑ نہیں دو روز میں سیاہ ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ اسی کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔ اہم تو کیف ضرب اللہ مثلاً ۱؎ کلمت طہیت کنہ جرة طہیت اصلہا ثلثت و فرعہا فی الصلوۃ (کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طہیہ یعنی کلمہ توحید کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کے مشابہ ہے جس کی جڑ خوب محکم ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جا رہی ہوں)۔ اس کا حاصل بھی وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تقویٰ قلب میں ہوتا ہے اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف لفظوں میں فرمایا الا ان التقویٰ ہذا و اشار الی صدرہ (آگاہ رہو کہ تقویٰ اس جگہ ہے اور آپ نے اپنے قلب کی طرف اشارہ کیا) جیسانہ کور ہوا۔ پس ظاہری تقویٰ گلدستہ کے پھولوں کی طرح ہے کہ رہتا نہیں بہت جلد قلعی کھل جاتی ہے۔ سچی بات عمر بھر چلتی ہے اسی حقیقت کی تمنا اور صورت بے معنی کی عدم اعتماد کی نسبت عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

۱۔ حقیقت سے خالی ۲۔ پرہیز گاری ۳۔ مضبوط ۴۔ ذکر ہوا ۵۔ اعتماد نہ ہونے ۶۔ متعلق

نمبر ۱۰ قلندر سزدار سخن نمائی کہ دراز و دور دیدم وہ و رسم پارسائی
(زہد تنگ جو حقیقت سے خالی ہے بہت دور و دراز کا رستہ ہے مجھے تو طریق عشق میں
جو حقیقت سے پر ہے چلائے)۔

خیر یہ ایک مستقل مسئلے کی طرف اشارہ تھا جس پر اضافت تقویٰ کی قلوب کی طرف
دال ہے۔ باقی اصل مقصود بیان کرنا اس بات کا ہے کہ جو اعمال کر وہ حکم کے موافق کر۔
منجملہ ان اعمال کے قربانی بھی ہے اس کو بھی حکم کے موافق ادا کرنا چاہیے اور جو اس کی یہ
ہے کہ ہر کام اس کی غایت کی وجہ سے مقصود ہوتا ہے اور اعمال شرعیہ میں غایت رضائے حق
ہے تو جب ضابطے کے موافق نہ ہو گا تو رضا کے فوت ہونے سے وہ عمل بے کار ہو جائے گا۔
بعض ضوابط مذکور ہوتے ہیں۔

صحت قربانی

سو جاننا چاہیے کہ قربانی کے اندر دو قسم کی خرابیاں لوگ کرتے ہیں، بعض تو مقبول
ہونے کی رعایت نہیں کرتے اور بعض صحیح ہونے پر بھی نظر نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک مقام پر
ایک شخص نے دوسرے سے کہہ دیا کہ بھائی میرے بھی دو حصے کر دیجو! قربانی کے حصے تو لے
لئے اور خود غائب ہو گئے اور دام بھی نہ دیئے عقلائے وقت اس میں مختلف ہیں کہ جاہی قوم
کا کیا سبب ہے۔ میرے نزدیک تو اصل سبب جاہی کا بد معاہدگی ہے۔ بعض قوم کے رفتار سر
کہتے ہیں کہ سود کے بند کرنے سے جاہی آئی۔ جو قومیں سود لیتی ہیں وہ خوب ترقی کر رہی ہیں۔
میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی بہت سے سود لیتے ہیں لیکن ان کے کچھ بھی کام نہیں آتا
کیونکہ مال سے مقصود تمتع و تنوی ہے اور سود خور جمع کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور بسا اوقات
جن کے لئے جمع کرتے ہیں ان کو بھی نہیں ملتا ہے اور فرض کر د اگر تمتع بھی ہوئے تو روحانی
ضرر سے تو خالی رہتے ہی نہیں یعنی سخت دل ہو جاتے ہیں کسی پر ان کو رحم نہیں آتا کسی کی
معصیت سے ان کا دل نہیں دکھتا اور اپنے رشتہ دار سے بھی سود نہیں چھوڑتے جیسے بیرستروں
کا حال ہے کہ وہ اپنوں کو بھی نہیں چھوڑتے سمجھتے ہیں کہ اگر ان سے نہ لیا تو نرخ بگڑ جائے گا
۱۔ دلیل ۲۔ مقصد ۳۔ غرض ۴۔ شریعت کے اعمال ہیں ۵۔ اللہ کی رضا ۶۔ رقم ۷۔
زمانے کے عقائد ۸۔ اختلاف کرتے ہیں ۹۔ محققین ۱۰۔ نفع ۱۱۔ اکثر ۱۲۔ نفع ۱۳۔
روحانی نقصان

اور اکثر سود خواروں کو ترقی دینوی بھی نہیں ہوتی۔ اکثر سود خواروں کا مال ضائع ہی ہوتے دیکھا اور فرض کرو اگر ترقی بھی ہوگی تو جب دین برباد ہوا تو اس ترقی کو لے کر کیا کریں گے۔

مبادا دل آں فرو مایہ شادو کہ از ہر دنیا دہد دین بباد
(خدا کرے اس کمینہ کا دل کبھی خوش و خرم نہ ہو جو دنیا کی وجہ سے دین برابر کر دے)

یہ تو دینی غلطی تھی کہ سود کو ترقی کا سبب قرار دیا۔ دوسرے ایک دینوی غلطی بھی ہے وہ یہ ہے کہ ترقی کا سبب وہ شے ہو سکتی ہے جس سے عام لوگ مستفیع ہوں اس لئے کہ ترقی یافتہ وہی قوم ہوگی جس کے سب افراد کو ترقی ہو اور عام طور سے ان میں غنی پیدا ہوں اور سود ایسی شے ہے کہ ساری قوم میں شائع نہیں ہو سکتا اول تو سب کے پاس مال نہیں دوسرے آخر لے گا کون! اس لئے لامحالہ بعض لیں گے اور بعض نہیں تو جو لیں گے وہ ترقی کریں گے اور جو نہیں لیں گے وہ ترقی نہیں کریں گے۔ بلکہ جو دیں گے وہ تباہ ہوں گے۔ پس یہ طریقہ ترقی کا نہیں ہو سکتا۔ ترقی کا صحیح طریقہ خوش معاملگی اور اعتبار ہے مسلمانوں میں خدا کے مصلحت سے افلاس نہیں مسلمانوں میں تاجر، اہل ملک و رئیس سب طرح کی مخلوق ہے مگر بات کیا ہے کہ دوسری قوموں کو سود دیتے ہیں اس وجہ سے تباہی آتی ہے تو ایسی صورت ہونا چاہیے کہ سود نہ دینا پڑے۔ اور وہ طریقہ صرف خوش معاملگی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مسلمان کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنے بھائیوں سے بلا سودی ملتا نہیں۔ اس لئے غیر قوم سے سودی قرض لینے کی ضرورت ہوتی ہے اور تباہ ہوتے ہیں اور بے سود قرض نہ ملنے کی وجہ یہ نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ابھی میں عرض کر چکا ہوں کہ مسلمانوں میں بہت مالدار ہیں، لیکن وہ بوجہ خوف بد معاملگی کے قرض نہیں دیتے۔ بہت لوگ ایسے ہیں کہ خود چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی امداد کریں اور ان کو قرض دیں مگر ڈرتے ہیں کہ دے کر کیا لے لیں گے۔ اگر خوش معاملگی مسلمانوں میں شائع ہو جائے تو خود آپس ہی میں ایک دوسرے کی حاجت پوری ہوتی رہے۔ اور سود دینے کی ضرورت نہ پڑے تو جو تباہی کا سبب ہے وہ رفع ہو جائے پس ثابت ہوا کہ بد معاملگی تنزل کا سبب ہے ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ کسی کا روپیہ لے کر دینا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ اگر کسی غریب کے چار پیسے ہوں گے وہ

۱۔ نفع حاصل کریں ۲۔ مال دار ۳۔ پھیل نہیں سکتا ۴۔ لازمی طور پر ۵۔ اچھا معاملہ

۶۔ غریب ۷۔ اختصار ۸۔ برا معاملہ ۹۔ دور ۱۰۔ زوال

بھی ٹال کر دیں گے اور اس کو لازمہ ریاست سمجھتے ہیں کہ ہم سے تقاضہ کرنے کی مجال نہیں ہوئی۔ اسی طرح قرض خواہ کو نہ دیں گے اور بہانہ کر دیں گے کہ بھائی ابھی خرچ آیا نہیں۔ اور اسی حالت میں اگر بچے کی تختہ درپیش ہو جائے یا کوئی شادی کرنا ہو تو ہتیرا روپیہ اگل دیں گے۔ غرض بد معاملگی کا مرض عام ہے۔ چنانچہ ان صاحب نے یہ بد معاملگی کی کہ جسے تو قربانی کے لئے لے لے اور خود غائب ہو گئے۔ اب گائے ذبح ہو گئی اور گوشت کی بوٹیاں بن گئیں اور وہ جسے والے موجود نہیں اب دام کس سے لیں۔ ایک مجتہد صاحب بولے کہ بھائی وہ تو غائب ہو گئے اب کوئی اور لے لو جس کو وہ جسے قربانی کے لینے ہوں۔ وہ بھلے مانس سمجھے کہ گوشت مقصود ہے حالانکہ قربانی سے مقصود گوشت نہیں بلکہ اراحمہ دم للہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے لئے ایک جانور کا خون بہانا ہے) اگر شریک کی نیت بھی گوشت کی ہوگی تو سب کی قربانی بریاد ہوگی غرض مقصود اللہ کے واسطے ایک جان کا خون بہانا ہے۔ اور گوشت کا تو اختیار ہے خواہ خود کھاؤ یا کھلاؤ۔ ہاں اگر کوئی گائے ایسی ہوتی کہ۔

ہر نماں از غیب جانے دیگر است
(ہر وقت غیب سے اس کو ایک جان عطا ہوتی ہے)

کی مصداق ہوتی ہے تو اس کی دو مرتبہ قربانی ہو سکتی تھی۔ غرض ایک شخص عقلمند بھی مل گیا جس نے کئے ہوئے وہ وہ جسے خرید لئے اور بزم خود اپنی قربانی درست سمجھ لی اور ان ظالموں نے مل کر اس خریدار گوشت کی قربانی بریاد کی بعض صورتیں ٹاوا قفسی سے ایسی پیش آ جاتی ہیں کہ قربانی قبول تو کیا صحیح بھی نہیں ہوتی۔

قبولیت قربانی

اور بعض صورتوں میں گو صحیح ہو جائے مگر قبول نہیں ہوتی۔ کانپور میں ایک مستری تھے انہوں نے ایک بھیڑ خریدی کوئی عیب ایسا نہ تھا جو اس میں نہ ہو لیکن ہر عیب تہائی سے کم تھا۔ ضابطے اور قانون کی رو سے اس بھیڑ کی قربانی جائز تھی۔ ایک شخص نے کہا کہ میاں ایسی بھیڑ کیوں کرتے ہو کیا اچھا جانور میسر نہیں آتا، کہتے لگے واہ ہماری بیوی کہتی ہیں کہ جائز ہے۔ ریاست کی خصوصیات ^{ملاحظہ} اعتبار کرنے والے ۳۰۔ مقدمہ ۴۴۔ کے مطابق ۵۔ اپنے گمان میں

اور گھر پہنچے بیوی سے تذکرہ کیا کہ ایک شخص نے ہمارے مسئلے پر اعتراض کیا، بیوی نے فوراً اردو کا شرح و قیہ نکالا اور قربانی کا بیان نکال کر وہاں نشانی رکھ کر باہر بھیج دیا کہ دکھلا دو ان کو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر قربانی ہو بھی گئی یعنی ضابطے کی رو سے اس کی صحت کا حکم کر دیا گیا۔ لیکن ایسی قربانی کیا قبول ہو سکتی ہے جس کو یہ شخص مخلوق کے لئے پسند نہ کرے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ لَنْ يَتِلَّ اللَّهُ لَكُمْ مَعَاوِلًا وَمَاءَ حَادِثِينَ يَتْلُو السَّعْوَىٰ مِنْكُمْ (اللہ تعالیٰ کے یہاں قربانی کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے لیکن ان کے پاس تو ہمارا تقویٰ پہنچتا ہے) خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو نیت کو دیکھتے ہیں کہ ہمارے نام پر اس نے کتنی پیاری شے کو خرچ کیا ہے اور جب ایسی خوبصورت قربانی ہوگی تو نیت کا حال اس سے خود ہی معلوم ہوتا ہے کہ کیسی ہے تو کیا قبول ہونے کی امید ہے ہاں اگر اس سے اچھی میری نہیں تو وہ دوسری بات ہے۔ دیکھئے! اگر حاکم ضلع کسی رئیس سے فرمائش کرے کہ ہمارے واسطے ایک گائے لاؤ۔ تو سچ بتلاؤ کیسی گائے لے جاؤ گے؟ خصوصاً اس صورت میں جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ جس قدر عمدہ گائے ہم لے جائیں گے حاکم ہم سے خوش ہوگا۔ کان، ناک، آنکھ ہاتھ پاؤں سب کی ہی خوبصورتی کا خیال کریں گے۔ حتیٰ الوسع قیمتی اور خوبصورت کی تلاش ہوگی۔ افسوس کی بات ہے کہ ایک اپنی حاکم مجازی کہ جس سے نفع پہنچنا موہوم اس کی یہ رعایت اور حاکم حقیقی جس کی طرف سے ہر وقت نعمتوں کی بارش ہم پر ہے وہ ایک جانور مانگتے ہیں اور وہ بھی ہمارے ہی نفع کے لئے اس میں اس قدر تسامح۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ بقرہ کے ختم کے شکر یہ میں ایک اونٹنی ذبح کی تھی اس کی ان کو تین سو اشرفیاں ملتی تھیں مگر وہ نہیں اور اللہ کے نام پر اس کو ذبح کر دیا۔ ایک اشرفی دس درم کی ہوتی تھی اور ایک درم سو چار آنہ کا تخمیناً ہوتا ہے حساب لگا لیجئے، اب تو اگر عمدہ جانور لیتے بھی ہیں تو اس میں بھی غلوں نہیں ہوتا اس میں بھی یہ چاہتے ہیں کہ نام ہو جائے۔

شرائط قبولیت و صحت

حاصل کلام یہ کہ دو قسم کے احکام کی ضرورت ہے ایک تو وہ جو موقوف علیہ صحت کے ہیں۔ دوسرے وہ جن پر قبولیت موقوف ہے۔ قبولیت کے لئے تو خوشدلی کی ضرورت ہے۔

۱۔ معمولی دنیاوی حاکم ۲۔ خداوند تعالیٰ ۳۔ سستی ۴۔ جن پر صحت موقوف ہے

کراہت اور غرض فاسد کی آمیزش سے اس کو پاک کرے اور صحت کی شرائط بتلانا ضروری ہیں۔ چنانچہ جو آیت میں نے حلاوت کی ہے اس میں تعظیم شعائر سے مراد عرض کر چکا ہوں کہ اعمال کو حکم کے موافق ادا کرنا ہے، جس کے عموم میں قربانی بھی داخل ہے اس کو بھی احکام کے موافق ادا نہ کی تو قربانی صحیح نہ ہوگی اس لئے ان احکام کا معلوم کرنا ضروری ہے۔

اور یہاں پر ایک اور بات پر بھی تنبیہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قبیل حکم کو تعظیم سے تعبیر فرمانا اشارہ اس طرف ہے کہ احکام پر وہ شخص عمل کر سکتا ہے جس کے دل میں ان احکام کی عظمت ہو، اور جس کے دل میں عظمت نہ ہو وہ حیلے نکالتا ہے اور احکام کی علل پوچھتا ہے۔ اگر عظمت ہو تو بلا چون و چرا تسلیم کر لے۔

آج کل اس مرض میں بھی بہت لوگ مبتلا ہیں کہ احکام کی علت کی تحقیق میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اس مرض کا علاج دو چیزیں ہیں، اول قلب میں حق تعالیٰ کی عظمت پیدا کرنا۔ اگر عظمت پیدا ہوگی تو یہ سوال زبان پر تو کیا دل میں بھی خطو گز نہ کرے گا۔ دیکھو ایک سپاہی سے اگر گفتگو یہ کہتے کہ یہ چھٹی فلاں شخص کو دے آؤ تو وہ فوراً اس کی قبیل کرے گا اور یہ نہ کہے گا کہ صاحب میں تو جب جاؤں گا جب یہ بتلا دو کہ آپ کیوں بھیجتے ہیں اور اس میں کیا مضمون ہے۔ اگر کہے گا تو کان پکڑ کر نکال دیا جائے گا۔ پس مانع اس سوال سے صرف عظمت حاکم کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو احکام کی علل کے پیچھے پڑے ہیں ان کے قلب میں ان احکام کی اور حاکم حقیقی کی عظمت نہیں ہے۔ دو مراعات اس کا محبت ہے اگر محبت کسی سے ہوتی ہے تو محبت اس کے احکام کی بہ تامل قبیل کرتا ہے۔

آثار محبت

دیکھو، اگر کوئی کسی کسی یا لڑکے پر عاشق ہو جائے اور وہ یوں کہے کہ میں جب راضی ہوں کہ جب تو اپنی بیوی کے گلے کا ہار مجھ کو لادے۔ اگر محبت میں سچا ہے تو فوراً لے آئے گا اور علت سے ہرگز سوال نہ کرے گا۔ افسوس ہے کہ ایک مردار کی تو یہ اطاعت اور خداوند جل جلالہ کے احکام کی عین پوچھی جاتی ہیں اور ستر اکیا جاتا ہے۔ ایسا شخص بڑا منوس اور بد بخت ہے۔

۱۔ تعظیم کے لفظ سے بیان کرنا ۲۔ بہانے بنانا ۳۔ وجہ ۴۔ دل میں کمٹک پیدا نہ کرے ۵۔ وجہ ۶۔ محبت کرنے والا ۷۔ بے تکلف ۸۔ مذاق

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود
در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجای شرط اول قدم آنت کہ بجنوں باشی

(خداے تعالیٰ کا عشق لیلے کے عشق سے کب کم ہوئے۔ محبوب حقیقی کے لئے تو گیند ہونا ہر حیثیت سے اول و بہتر ہے منزل لیلے کی راہ میں بہت سے خطرات کا سامنا ہے اس راہ میں قدم رکھنے میں اول شرط یہ ہے کہ بجنوں بن جاؤ۔ یعنی راہ خدا میں بہت سے خطرات پیش آتے ہیں اس راہ میں قدم رکھنے کی اول شرط یہ ہے کہ محبت پیدا کرو۔)

تو بھائیو! اول محبت پیدا کرو، جب محبت پیدا ہوگی اول تو خود بخود تمام اسرار منکشف ہو جائیں گے اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو زبان تو ضروری بند ہو جائے گی اور بدوں اس کے تو اگر کوئی جواب بھی دے دے تو سمجھنے کی قابلیت نہ ہوگی اس لئے یہ سوال کرنا ایسا ہو گا جیسے کوئی نابالغ پوچھے کہ محبت کرنے میں کیا لطف ہے تو بھلا وہ کیا سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے اس کو یہی جواب دیا جائے گا کہ جب تم نابالغ ہو جاؤ گے اس وقت تم کو معلوم ہو جائے گا مولانا فرماتے ہیں۔

خلق الخفاند جز مت خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

(بجز عشق الہی کے مت خدا کے تمام مخلوق گویا الخفال ہیں پس بالغ وہی ہے جو ہوائے

نفسانی سے چھوٹ گیا ہے)

یہ لم کیف^۳ نابالغوں کے سوالات ہیں بالغ ہو جو سب سوالات منقطع ہو جائیں گے۔ جس اندھے کی کبھی آنکھیں نہ کھلی ہوں وہ کیا جانے سرخ رنگ کیا ہے۔ اس سے یہی کہا جائے گا کہ آنکھیں کھولو اور دیکھ لو۔ اور اگر نہ دیکھ سکو تو کسی بیٹا کا اتباع اختیار کرو۔ غرض محبت اور عظمت پیدا کرو تم کو خود بخود تمام سوالات مل ہو جائیں گے خواہ انکشاف سے خواہ تسلیم و رضا سے۔

احکام قربانی

اب میں قربانی کے متعلق ضروری احکام بیان کرتا ہوں جن کی اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ اور ان کے نہ جاننے سے قربانی بعض اوقات قبول تو کیا قاعدہ سے بھی صحیح نہیں ہوتی۔ قربانی ۱۔ سچیں باتیں معلوم ہو جائیں گی ۲۔ بغیر ۳۔ یہ علتوں اور کیفیتوں ۴۔ ختم ۵۔ ہمدردی ۶۔ خواہ کھل کر ۷۔ خواہ ذہنی طور پر قبول کر لینے سے

کے ساتھ اگر حقیقہ کا حصہ لے لے تو جائز ہے۔ بعض لوگ شبہ کیا کرتے ہیں کہ اگر ساتواں دن نہ ہو تو کیا کیا جائے۔ یاد رکھو ساتواں دن ہونا ضروری نہیں صرف مستحب تھا اسی کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ حقیقہ کا معرّف بھی وہی ہے جو قربانی کا ہے اگر تمام گوشت خود رکھو تو بھی کچھ حرج نہیں۔ قربانی نام تو اللہ کے واسطے جان کا قربان کرنا ہے۔ جب جانور ذبح ہو گیا وہ ادا ہو گئی۔ اب گوشت کا اختیار ہے۔

اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے کسی عزیز کی طرف سے قربانی کرتے ہیں اور اس کو اطلاع نہیں ہوتی۔ اس صورت میں قربانی ادا نہیں ہوتی۔ اس میں بڑی احتیاط چاہیے اس لئے کہ اگر ایسی کوئی صورت پیش آجائے گی کہ جس سے ایک حصہ کی قربانی صحیح نہ ہو تو کسی کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ قربانی نام اراحمہ دم کا ہے اور وہ قابل تقسیم نہیں جیسے ایک کنواں مشترک ہو اور ایک شریک کے کہ ہم تو اپنے کنویں میں پیشاب کریں گے۔ ظاہر ہے کہ سارا ہی کنواں ناپاک ہو اسی واسطے ساجھی اگر بناؤ تو دینداروں کو بناؤ اور اگر دیندار نہ ملیں تو بہتر صورت یہ ہے کہ جس قدر شریک ہوں وہ کسی عالم کے پاس آجائیں اور سب اپنی اپنی کہہ دیں اور جس طرح وہ عالم فیصلہ کرے اس کے موافق کریں۔

اسی طرح سمجھو کہ اگر ایک حصہ میں کسی نے دو شخص کی نیت کر لی تو اس کا حصہ تو کیا ہی تھا اس کے ساتھ سب کا ہی ضائع کیا۔ جیسے ایک نبی کا انکار کرنا سب انبیاء علیہم السلام کا انکار ہے۔ مولانا نے شاہِ یوہدی کے قصہ میں یہی مضمون لکھا ہے۔

شاہ احوال کرو در راہ خدا آں دوو مساز خدائی راجدا

(اس باطنی احوال (بھیگے) بادشاہ نے دین کے معاملہ میں ان دونوں حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو جو دین میں متحد اور متفق ہیں جدا جدا کر رکھا تھا ایک کی تصدیق کرتا دوسرے کی تکذیب۔)

تو اسی طرح سے قربانی کے لئے میں نے بیان کیا کہ اگر ایک حصہ بھی فاسد ہو گا تو تمام حصے فاسد ہو جائیں گے اور قربانی درست نہ ہوگی۔ سو کسی عالم سے پورا واقعہ صاف صاف بیان کر کے مسئلہ پوچھ لیا کرو۔ مجھ سے بعض لوگوں نے یہ مسائل پوچھے ہیں اس لئے میں کہتا

ہوں کہ ان کی طرح کہیں اور کسی نے بھی ایک حصہ میں گھر بھر کے لئے نیت نہ کر لی ہو اگر ایک ہی کی طرف سے حصہ کو تب بھی اس کو خبر کر دو۔

میت کی طرف سے قربانی

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ میت کی طرف سے قربانی کریں یا نہیں اور اگر کریں تو کیونکر کیا کریں تو قربانی مردوں کی طرف سے بھی جائز ہے۔ ماں باپ 'پیر' استاد 'حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی کر سکتے ہیں مگر ایک حصہ کئی مردوں کی طرف سے درست نہیں۔

اور شاید کسی کو اس حدیث سے شبہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی قربانی میں ساری امت کو یاد فرماتے تھے۔ اور اس سے کوئی سمجھ جائے کہ آپؐ نے ایک حصہ میں ساری امت کو شریک کیا تو ہمیں بھی جائز ہے کہ ایک حصہ میں کئی آدمی شریک ہو جایا کریں۔ تو کچھ خبر بھی ہے کہ وہ کس کا حصہ تھا! وہ ایک حصہ لاکھوں کے برابر تھا۔ یہ تو عاشقانہ جواب ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ آپؐ نے قربانی سب کی طرف سے نہیں کی تھی بلکہ اپنی طرف سے کر کے ثواب ساری امت کو بخش دیا۔ جیسے تم نفل قربانی صرف اپنی طرف سے کر دو اور پھر اس کا ثواب کئی آدمیوں کو بخش دو یہ جائز ہے باقی یہ شبہ نہ کیا جائے کہ آپؐ نے امت کو ثواب بخشا تو امت اس وقت موجود کہاں تھی جواب یہ ہے کہ لوگوں کا یہ خیال کہ ثواب مردوں کو ہی پہنچتا ہے غلط ہے بلکہ زندوں اور آئندہ آنے والوں سب کو پہنچتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان زندہ اور مردہ سب یکساں ہیں۔ جس کو ثواب پہنچاؤ اس کو پہنچتا ہے۔ پہنچانے والوں کو اختیار ہے کہ چاہیں زندوں کو پہنچائیں یا مردوں کو۔ مگر ایسا ثواب نہیں پہنچتا، جیسا جاہل گمان کرتے ہیں کہ اگر ٹھنڈی چیز تو مردے کو ٹھنڈک پہنچتی ہے اور گرم رو تو گرمی کا اثر ہوتا ہے۔

جیسا کسی پیر کی فاتحہ گرم کھیر ر دی تھی تو پیر نے کہا میری زبان میں چھالہ پڑ گیا یہ بالکل غلط اور میں اس کی غلطی آج ہی ثابت کر دوں گا۔ زندوں کو ثواب پہنچنا تو ثابت ہے پس اس کا امتحان آج ہی کر لو۔ کوئی گرم گرم کھانا کسی زندہ پیر کو بخشو پھر اس کا منہ کھول کر دیکھو کہ

جھالے پڑے یا نہیں۔ اب محرم کا مہینہ قریب آتا ہے لوگ شریعت کی جیلیں جا بجا مقرر کریں گے تو شریعت کی تخصیص کیوں کرتے ہو۔ اسی خیال سے کہ شہداء بپا سے اشتغال فرما گئے تھے۔ شریعت سے ان کو تسکین ہوگی، تو صاحبو کیا آپ کے نزدیک شہداء اب تک بپا سے ہیں؟ اور اسی ہمارے شریعت کے بپا سے ہیں، استغفر اللہ! انہوں نے مرتے ہی حوض کوثر کا وہ شریعت بپا ہے کہ جس سے پیاس کا ٹام بھی نہیں رہا۔ اور ہمارے دلوں میں شہداء کی اتنی ہی قدر ہے اور تم سمجھتے ہو کہ وہ اب تک بپا سے ہیں تو پیاس تو شریعت سے بچھتی ہے وہ ان کے پاس کہاں پہنچاؤ وہ تو دنیا ہی کے دس بیس آدمی پی گئے۔ ان کو تو اس کا ثواب پہنچاؤ، تو کیا وہ ٹھنڈا ہے؟ خیال تو کیجئے کتنی بے اصل بات ہے اگر شریعت ہی بخشا ہے تو چاہیے کہ جب محرم کا مہینہ جائزوں میں آئے تو چائے پلایا کرو۔ اس وقت شریعت پلانے کے کیا معنی؟ جس سے پینے والوں کو النازکام ہو جائے گا اور پھر وہ بزبان حال بد دعا دے گا۔ غرض یہ خیالات تو غلط فکر اموات کو ثواب بے شک پہنچتا ہے۔

محسن اعظم کی طرف سے قربانی

مکرم سب سے زیادہ اس کے مستحق تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کے احسانات بے شمار ہیں۔ پھر غضب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول جائیں اور آپ کی طرف سے قربانی نہ کریں۔ خصوصاً جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کسی موقع پر فراموش نہیں فرمایا، یہاں تک کہ قربانی میں بھی یاد فرمایا۔ تو اگر سال بھر میں دو تین روپے آپ کی طرف سے قربانی کرنے میں صرف ہو گئے تو کون سی دشواریات ہے اور خوب سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو میں نے اموات کے ذیل میں بیان کیا ہے اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ یہ حیات انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے کیونکہ بوجہ ظاہری موت کے آپ کو میت کہہ سکتے ہیں ورنہ واقع میں آپ زندہ ہیں اور آپ کی حیات بہت قوی ہے جو کہ دوسروں کو حاصل نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایسی قوی ہے کہ ان کی بیبیوں سے نکاح کرنا بعد ان کی وفات کے بھی جائز نہیں۔ جیسے کسی زندہ خاوند کی بیوی سے نکاح جائز نہیں اور سب کی بیبیوں سے بعد خاوند کی وفات کے شادی کرنا جائز ہے۔ حتیٰ کہ شہداء جن کی

۱۔ جگہ جگہ ۲۔ لگائیں گے ۳۔ خاص کرنا ۴۔ اللہ معاف فرمائے ۵۔ مردوں

حیات بعد شہید ہونے کے اموات مومنین سے قوی ہوتی ہے کہ ان کے بدن کو زمین نہیں کھا سکتی۔ مگر ان کی بھی بیسیوں سے بعد مرجائے کے نکاح جائز ہے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہدا کی حیات سے قوی تر ہے۔ حدیث ابن ماجہ میں ہے ان نبی اللہ حی یرزق۔ (انبیاء اللہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے) اب یہ بات رہ گئی ہے کہ جب مردوں کی طرف سے قربانی جائز ہے تو گوشت کو کیا کیا جائے۔ اس میں تفصیل ہے اگر مردہ یہ وصیت کر کے مرا ہے کہ میرے مال میں سے قربانی کر دیجیو۔ مثلاً ”ذی قصہ میں کوئی مرا اور اس نے یہ وصیت کی تو اس کے قربانی کے گوشت کو تو خیرات کرنا واجب ہے اور اگر اس کے مال سے نہیں کہ خواہ وصیت کی ہو یا نہ کی ہو تو اس کے گوشت کا وہی حکم ہے جو اپنے مال سے قربانی کرنے کا حکم ہے۔

غنی اور فقیر کا فرق

ایک مسئلہ یاد کرنے کے قابل اور ہے جس کی بہت ضرورت ہوتی ہے کہ اگر غنی قربانی کرے تو اس کے اور احکام ہیں۔ اگر قربانی کرنے والا غنی ہو تو یہ حکم ہے کہ اگر وہ کوئی حصہ خریدے تو اس کو جائز ہے کہ اس کے عوض میں دو سرا بدل لے اور اگر دو سرا حصہ خرید لیا اور پہلا بھی موجود تھا تو اس کے ذمہ ایک ہی واجب ہے لیکن اگر دو سرا حصہ پہلے سے کم قیمت ہو تو درمیانی قیمت کا تصدق مستحب ہے۔ مثلاً ”پہلا حصہ تین روپے کا تھا اور دو سرا حصہ دو روپے کا تو اس کو غنی کو ایک روپیہ صدقہ کر دینا مستحب ہے اور اگر دونوں کو ذبح کر دے تو بہتر ہے اور اگر وہ محتاج ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ ابتداً ”قربانی واجب نہیں“ مگر جانور خریدنے سے واجب ہو جاتی ہے تو جتنے جانور یا جتنے حصہ خریدے گا سب کی قربانی واجب ہو جائے گی۔ البتہ اگر حصہ اپنا بدل لے تو ایک ہی حصہ واجب رہتا ہے اور حصوں کے وجوب میں لوگ کما کرتے ہیں کہ غریب پر زیادہ سختی ہے حالانکہ شریعت نے کیا کیا؟ اس نے خود اپنے اوپر سختی کی کہ اول ایک جانور خرید ا پھر دو سرا خرید لیا تو شریعت نے سختی کہاں کی؟ بلکہ اس کی تو یہاں تک رعایت ہے کہ اگر غریب کا جانور مر جائے تو اس کے ذمہ سے قربانی ساقط ہے دو سرا جانور خریدنا واجب نہیں اور اگر غنی کا جانور مر جائے تو دو سرا خریدنا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ ختم

کر قربانی کرنی پڑے گی۔ پس مسئلہ یہ ہے کہ اگر غنی اپنے حصہ کو یا جانور کو تبدیل کرے تو جائز ہے مگر درمیانی قیمت کا تصدق واجب ہے اور اگر غنی نے بہ نیت قربانی کئی جانور خرید لئے تو اس کے ذمہ ایک ہی واجب ہے اور فقیر اگر ایک دو تین جانور خرید لے تو سب کی قربانی واجب ہے خوب سمجھ لو۔ مگر حصہ بدلنے کی صورت نازک ہے اگر غریب نے ایک حصہ خریدا پھر اس کو بدلنا چاہا تو اگر یہ کیا کہ دو سرا حصہ خریدا کر پھر نیت پہلے کے بیچنے کی رکھی تو اس صورت میں دونوں واجب ہو گئے تو اس کو یوں کرنا چاہیے کہ دو سرا حصہ پہلے دو سرے آدمی کو خرید لے دے اس کے بعد اپنے حصہ سے بدل لے تو غریب کو شریک قربانی کرنا مشکل ہے اور ہو تو ایسا ہو کہ طبیعت کا بھی غریب ہو کہ بتلانے سے مان لے یہ بات بہت یاد کرنے کے قابل ہے۔

حرام جانور کی قربانی

ایک یہ مسئلہ ہے کہ بعض لوگ قربانی کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ جانور شریعت کی رو سے ملک طیب ہے یا ملک خبیث۔ تو بعض دفعہ ملک خبیث ہوتی ہے وہ خدا کے یہاں مقبول نہیں۔ گو واجب اتر جاتا ہے اور بعض دفعہ ملک عی نہیں ہوتی جیسے چراگاہی کا کبیرا کہ سال بھر میں ایک دفعہ زمیندار کو دیا جاتا ہے، یہ آمدنی حرام ہے کہ لینے سے بھی اس کا کوئی مالک نہیں اور وجہ یہ ہے کہ گھاس کسی کی ملک نہیں اس میں سب کا حق ہے وہ دو طرح ملک ہو سکتی ہے، کائٹے سے یا کھیت کی طرح بیچنے سے بھی ملک ہو جاتی ہے۔ مگر یہ جو ہزاروں بیگمہ کا رقبہ پڑا ہے وہاں کون آپاشی کرتا ہے، تو کسی کی ملک نہیں ہے۔ اس سے سب کو اشتغال جائز ہے اس کی مثال آب باراں ہے کہ اس کا کوئی مالک نہیں تو گھاس کا بھی کوئی بھی مالک نہیں۔ جس کا کھرا چل جائے تو مالک وہی ہے تو گھاس کے عوض جانور لینا ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر کسی نے لیا تو وہ اس کی ملک میں نہیں آتا، بلکہ اسی کا ہے جس نے دیا ہے لینے والے کو اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔ اور اگر اس کی قربانی کی تو ادا نہ ہوگی۔ بلکہ خود اس کے لئے اس کا تجویز کرنا معاذ اللہ ایسا ہے جیسے غلیظ کو کسی بڑے عظیم الشان حاکم کے پاس تحفہ لے جائے۔ خدا کا خوف کرنا چاہیے اول تو یہ جانور لینا نہ چاہیے اور اگر شیطنت سرور سوار ہو ۱۔ پاک ملکیت ۲۔ ناپاک ملکیت ۳۔ آب پاشی ۴۔ نفع اٹھانا ۵۔ بارش کا پانی ۶۔ رد و بدل ۷۔ اللہ پناہ دے

اور لے ہی لو تو اس کی قربانی تو نہ کرو، اور قربانی بھی کرو تو خدا کے لئے اسے خود ہی کھاؤ کسی اور مسلمان بھائی کو تو مت کھاؤ۔ کوئی خود گوہ کھائے تو دو سروں کو تو نہ کھائے۔

اکل حلال کا اثر

اور دعوت میں اس کی پیشہ رعایت کرو کہ حلال کھانا کھاؤ خود حرام کھاؤ تو کھاؤ،^۱ دوسرے کو تو نہ کھاؤ۔ دیکھو حرام کھانے سے دل میں ظلمت ہوتی ہے اور اہل اللہ کو پتہ بھی چل جاتا ہے اور ان کو سخت تکلیف ہوتی ہے حتیٰ کہ کبھی قے ہو جاتی ہے۔ جیسے مولانا مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ کاندھلوی کی مشہور کرامت تھی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مشتبہ کھانا کبھی ہضم نہیں ہوا، اسی وقت نکل جاتا تھا۔ ورنہ ظلمت اور پریشانی قلب تو ضرور ہوتی ہے تو کھانا ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں حکومت و فیروہ کسی چیز کا واسطہ نہ ہو کیونکہ دعوت واجب تو ہے نہیں مستحب ہے اور حرام کھانا کھانا حرام ہے۔ تو جس کے پاس حلال کھانا نہ ہو اس کو کسی کی دعوت نہ کرنا چاہیے اور اس کی ضرورت کیا ہے کہ کھانا مرغی ہی کھاؤ سادہ کھاؤ مگر حلال ہو۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان فرماتے تھے کہ دیوبند میں ایک عبد اللہ شاہ تھے گھاس کھوا کرتے تھے۔ واقعی فقیری ان کی تھی اور آج کل تو فقیری دعوتیں کھانے کا نام رہ گیا تو وہ روزانہ آٹھ پیسے کی گھاس بیچتے تھے جس میں سے چار پیسے اپنی والدہ کو دیتے تھے اور دو پیسے خدا کے واسطے فقیروں کو دیتے تھے اور دو پیسے اپنے خرچ کے لئے خود رکھتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ان حضرات سے کہا کہ مولوی صاحبو! میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا حضرت آپ کے پاس ہے کہاں جو دعوت کریں گے۔ فرمایا وہ جو خیرات کے پیسے نکالتا ہوں وہ جمع کر لوں گا۔ سب نے منظور کر لیا۔ واقعی دعوت بھی ایسوں کی کرے، آج کل تو اگر مرغی نہ ہو تو دعوت قبول نہیں کرتے۔ میرے ماموں ایک چیر زادے کی حکایت بیان کرتے تھے کہ وہ ایک جگہ پہنچے اور اپنی ایک مریدی کے یہاں ٹھہرے اس نے طعام کا سامان کیا تو ایک دوسری مریدی آئی اس نے اصرار کیا کہ میرے یہاں کھانا کھا لیجئے۔ پہلی مریدی نے کہا کہ تمہارے یہاں کیسے کھا سکتے ہیں ٹھہرے تو میرے یہاں۔ دونوں میں خوب لڑائی ہونے لگی تو چیر زادے نے کہا کہ اس میں لڑائی کی کیا بات ہے آج تو یہاں کھانے دو

تمہارے یہاں پھر کھالیں گے اس نے کہا بہت اچھا، مگر میں نے آج مرغ پکایا تھا مرغ کا نام سن کر پھر پھل پڑے، پہلی سے کہنے لگے کہ بی تمہارا ہی کیا حرج ہے آج اسی کے یہاں کھانے دو تو پہلی مریدنی نے دوسری کو بڑی قہقہہ بات کہی کہ جا تو چیری سے ایسا کام کرالے۔

خلاصہ یہ کہ آج کل کی پیر زادگی تو یہ رہ گئی ہے۔ ایک یہ حضرات تھے کہ گھاس کھودنے والے کی خشک دعوت قبول فرمائی اس سے بھی زیادہ میں سناؤں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک حکیم صاحب کے مکان پر تشریف لائے تو حکیم صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میرے یہاں تو آج فاقہ ہے اگر اجازت ہو تو اور کسی دوست کو کھانا پکانے کا مشورہ دوں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تمہارا صہبان ہوں اگر تمہارے یہاں فاقہ ہے تو ہم بھی فاقہ ہی سے رہیں گے۔ سبحان اللہ! یہ حضرات ہیں اللہ والے۔ شام کو مغرب کے قریب حکیم صاحب کے پاس کہیں سے کچھ روپے آگئے تو خوب دعوت کی۔ چنانچہ عبداللہ شاہ صاحب نے پانچ آنے جمع کئے اور پیسے لا کر دے دیئے کہ میں تو کہاں جھگڑا کروں گا۔ میرے اہل و عیال نہیں ہیں آپ خود بیٹھے چاول پکا کر کھا لیجئے اور ایک لمبی فرست بتلادی کہ اتنے آدمیوں کی دعوت ہے جس میں سب بزرگ آگئے اور دعوت کا انتظام مولانا عمر یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بڑی احتیاط سے کام لیا کہ کوری ہانڈی منگائی اور پکانے والے کو وضو کرایا۔ جب وہ کھانا تیار ہوا تو دو دو لقمے سب نے اس میں سے کھائے مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ دو لقمے کھا کر مہینہ بھر تک ایک نور دل میں رہا ہوں جی چاہتا تھا کہ سب ماسوائے اللہ کو چھوڑ کر ایک سو ہو جاؤں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا اللہ! جس کی پاک کمائی کے دو لقموں میں یہ نوار نیت ہے اس شخص کے قلب کی کیا کیفیت ہوگی۔ جو دونوں وقت یہی غذا کھاتا ہے یہ تو حلال کھانے کی حکایت تھی جس کا یہ اثر ہوا۔

حرام کی نحوست

ایک دوسری حکایت حرام کھانے کی مولانا نے خود اپنی بیان فرمائی کہ ایک رہنمیں کے یہاں سے لٹو آئے تھے اس میں سے میں نے ایک کھالیا۔ ایک ماہ تک قلب کی یہ حالت تھی

۱۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ

کہ یوں دوسرے ہوتا تھا کہ نعوذ باللہ کوئی حسین عورت ملے تو متنت ہوں۔ فرماتے تھے کہ خدا خدا کر کے ایک مینہ کے بعد اس کا اثر زائل ہوا اور میں سخت پریشان رہا۔ اگر حرام سے خود نہ بچ تو دوسروں کو تو مت کھلاؤ خصوصاً ایسے مال سے قربانی کرنا تو ہرگز نہ چاہیے۔ اس صورت میں تو چرائی کا بکرا ملک ہی نہیں ہوتا۔

جانور کے خریدنے میں احتیاط

ایک وہ صورت ہے کہ ملک تو ہو جاتی ہے مگر غبیث ہوتی ہے جیسے جسے پر جانور لیتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص نے اپنی گائے کا بچہ کسی دوسرے کو پالنے کے واسطے دیا اور اجرت یہ قرار دی کہ جب یہ بڑا ہو جائے گا تو اس کی قیمت لگا کر نصف نصف بانٹ لیں گے یا تو مالک آدمی قیمت دے کر اس کو لے لے گا یا پالنے والا آدمی قیمت دے کر لے لے گا۔ یہ عقد ناجائز ہے۔ مگر پہلی صورت میں کہ مالک نے پالنے والے کو آدمی قیمت دے کر جانور اپنے پاس رکھا اس جانور سے کوئی خباثت نہیں وہ حلال طیب ہے اگرچہ عقد فاسد کرنے کا گناہ ہوا اور دوسری صورت میں کہ پالنے والا جانور کو لے اور مالک کو آدمی قیمت دے اس کی ملک غبیث ہے اور برابر غبیث رہے گا۔ اس لئے ایسے جانور کی بھی قربانی جائز نہیں۔ کیونکہ ان اللہ طیب لا۔ قبل الا لیسب۔ (اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک ہی چیز کو قبول فرماتے ہیں) اگرچہ قربانی کر دینے سے واجب ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر مقبول نہیں۔

گوشت کی تقسیم

اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ کلمہ پارچوں میں کینوں کا حق سمجھا جاتا ہے تو اگر حق الحمد للہ سمجھ کر دیا تو اس قدر گوشت کے برابر قیمت تصدق کرنا واجب ہے گو لوگ تو یہ کہا کرتے ہیں کہ قربانی ہی نہ ہوگی۔ ماکہ لوگ اس کو چھوڑ دیں۔ اور بالکل نہ کریں۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس قدر گوشت کی قیمت تصدق کر دو تو لوگ دینا تو چھوڑیں گے نہیں اور تصدق بھی نہ کریں گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا احکام صاف صاف ہم کو بیان کر دینا چاہئیں۔ جس کا دل چاہے مانے یا نہ مانے رہی اس کی دلیل کہ قربانی ہو جائے گی تو میں طالب

۱۔ اللہ کی پناہ۔ ۲۔ نفع حاصل کرنا۔ ۳۔ معاملہ۔ ۴۔ ٹاپاکی۔ ۵۔ پاک۔ ۶۔ غلط معاملہ۔ ۷۔ ملکیت

علم کو بتا دوں گا بعض عوام اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اب رہی یہ بات کہ کمین گالیاں دیں گے تو اہل ہمت کے لئے تو یہ جواب ہے کہ اگر گالی دیں بلا سے کچھ پروا نہ کرو بلکہ اور خوش ہونا چاہیے کہ اس کی نیکیاں تم کو مل رہی ہیں۔ ایک بزرگ کا قاعدہ تھا کہ ان کو جو کوئی گالی دیتا اس کو مٹائی بھیجتے۔ اور راز اس میں یہی ہے کہ اس نے اپنی نیکیاں تمہیں دیں تو مٹائی اس سے بہت کم قیمت ہے اس نے تم پر بڑا احسان کیا اس لئے کیا اس کو مٹائی دے کر بھی خوش نہ کیا جائے۔ مگر اہل ہمت کو میں ایک اور مشورہ دیتا ہوں کہ ان کمینوں کو بالائزائم نہ دیا کریں کبھی کبھی دے دیا کریں۔ مگر جب دیں غریب سمجھ کر دیں۔ خد متکار سمجھ کر نہ دیں۔ سو اس طرح دینے سے وہ اپنا حق نہ سمجھیں گے اور اگر گالیاں کھانے کی ہمت نہ ہو تو بیشہ دے دیا کرو۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دو کہ تیرا حق تو کچھ ہے نہیں مگر تجھ کو غریب سمجھ کر دیتے ہیں۔ اس میں بھی حرج نہیں مگر یہ کم ہمتی کی بات ہے۔ ایک مسئلہ یہ ہے جس کو اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ اگر کئی شخصوں کے حصے ہوں تو سب کو بدوّن تقسیم کئے ہوئے یا بعض کو تقسیم کر کے اور بعض کو مشترک تصدق کرنا جائز ہے یا نہیں۔ تو سن لو کہ جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کچھ مشترک تصدق ہو گیا ہو اور بقیہ کو تقسیم کر لو۔ مگر اندازے سے بائنا حرام ہے اگر ایک طرف کچھ زیادہ کم چلا گیا تو سود کا گناہ ہوا۔ دیکھو! اگر چنانکہ بحر بھی ایک طرف زیادہ ہوا تو سود خواروں میں دونوں لکھے جائیں گے۔ ہاں اگر ایک طرف زیادہ گوشت ہو اور دوسری طرف کھلے پائے ہوں تو جائز ہے کیونکہ جنس بدل گئی۔

کھال کا مصرف

ایک مسئلہ یہ ہے کہ کھال کا مصرف معلوم کر لینا چاہیے۔ اس میں اکثر مؤذن ملّا مولیوں پر خفا ہوتے ہیں کہ انہوں نے ہماری آمدنی کم کر دی مگر میں ان کو سمجھاتا ہوں کہ ہم کھال دینے سے منع نہیں کرتے کھال مؤذنوں ہی کو دو۔ مگر اس طرح جس طرح ہم کہیں کہ اجرت سمجھ کر مت دو۔ یعنی مؤذن مقرر کرتے وقت یہ نہ کہا جائے کہ بقر عید میں کھال بھی ملا کرے گی۔ یہ تو گویا تنخواہ ہو گئی بلکہ اس سے کہہ دو کہ کھال میں تمہارا کوئی حق نہیں۔ اس کے بعد تنخواہ مقرر کر دو۔ جب تنخواہ دے چکو تو کھال بھی دے دو۔ کیونکہ وہ بھی غریب ہے۔

۱۔ اہتمام کے ساتھ ۳۔ بغیر ۳۔ صدقہ

اور کھال میں غریبوں ہی کا حق ہے۔ تو ہم موذنوں کے خیر خواہ ہیں کہ تنخواہ الگ دلوائی، کھال الگ دلوائی۔ ہاں یہ جو میں نے کہا کہ کھال بھی دے دو یہ میثد و جوب کا نہیں، بلکہ امر مستحب ہے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ان کی خاطر سے غیر واجب کو ہم واجب کہہ دیں۔ اور یاد رکھو کہ اگر امام و موذن کو مسجد میں مقرر کرتے وقت کھال دینے یا نہ دینے کا ذکر بھی نہ ہو تب بھی کھال دینا جائز نہیں کیونکہ المعروف کا لمشروط (مسروف مثل مشروط کے ہوتا ہے) تو نہ سکوت جائز ہے نہ شرط ہاں یہ جائز ہے کہ اس وقت نفی کرو اور وقت پر دے دو۔ اسی طرح سنے کی تنخواہ میں بھی کھال دینا جائز نہیں۔ اچھی آپ لوگوں نے اللہ میاں کے کاموں کی تنخواہ مقرر کی کہ یوں بیگار سمجھ کر قربانی کی کھال سے پوری کی جاتی ہے اور کسی غنی کو خود کھال کا دے دینا یا اپنے کام میں لانا جائز ہے مثلاً ”ڈول بنوا لویا چرس بنوا لو۔ مگر ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر اپنے کام میں لاو اور وہ شے پرانی ہو کر فروخت کر دو تو یہ دام پھر خیرات کرنے پر دیں گے۔ جیسے چرس بنوا لویا اور وہ پرانا ہو گیا اور اس کو فروخت کیا تو ان داموں کو خیرات کرنا ضروری ہے اور مصرف اس کا وہی ہے جو تازی کھال کے داموں کا ہے کہ سید کو اور غنی کو اس کا دینا جائز ہے اور شروع وقت قربانی ۱۰ تاریخ ذی الحجہ کی بعد نماز عید کے ہے اور ختم ۱۳ تاریخ کے غروب سے پہلے تک ہے، لیکن دسویں کو افضل ہے اور گاؤں والوں کو جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی نماز سے پہلے بھی ذبح کرنا جائز ہے۔

ذبح کے مسائل

ایک مسئلہ اور قاتل یاد رکھنے کے ہے کہ جانور کے گلے میں ایک گھنڈی ہوتی ہے اس کے نیچے سے ذبح کرنا چاہیے۔ اوپر ذبح نہ کرے کہ اکثر فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں۔ احتیاط اسی میں ہے دیکھو ایک برتن میں اگر کھانا رکھا ہو اور ایک شخص کہتا ہو کہ اس میں کتے نے منہ ڈالا ہے اور دوسرا کہتا ہے نہیں ڈالا تو تم اس کو ہرگز نہ کھاؤ گے اسی طرح جانور کے ذبح کرنے میں خصوصاً قربانی کے معاملہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ بھی اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ کماروں اور چٹاروں کو بھی قربانی کا گوشت دینا جائز ہے۔ جواب یہ ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ کسی کام کی اجرت میں نہ دیا جائے۔ کتابوں میں قربانی کے جانور کے ذبح کرنے کی

ایک دعا بھی لکھی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ بغیر اس دعا کے بھی قربانی جائز ہو جاتی ہے یہ ضروری نہیں ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس قدر آدمی جانور کو لیتے ہیں سب کو بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے اگر ایک بھی نہ کہے گا تو قربانی نہ ہوگی یہ بالکل غلط ہے۔ صرف ذابح^۱ کو کہنا ضروری ہے اور ذابح ایسا شخص ہونا چاہئے جو ذبح خوب سمجھتا ہو ہر شخص کے ہاتھ سے ذبح کرنا مناسب نہیں۔

اور بچوں کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔ صدقہ فطر پر اس کو قیاس^۲ نہ کریں ایک بات زیادہ اہتمام کے قابل ہے وہ یہ کہ قصاب جانور کو ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا نہیں ہونے دیتے کھال کھینچنی شروع کر دیتے ہیں یہ حرام ہے۔ جب جانور خوب ٹھنڈا ہو جائے اس وقت کھال کھینچنا چاہئے۔ بعض لوگ نفس ذبح^۳ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ جانور کو تکلیف دینا ہے ہم کہتے ہیں کہ ذبح میں تکلیف نہیں ہوتی۔ موت طبعی میں زیادہ ہوتی ہے اور اگر ہوتی بھی ہو تو جو محبوب حقیقی کے امر سے ہو وہ سب محبوب ہے۔

ایک مسئلہ ضروری یہ ہے کہ بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ گاجھن کی قربانی بھی درست ہے جواب یہ ہے کہ جائز ہے۔ پھر اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دینا چاہئے۔ اب میں ضروری احکام قربانی کے بیان کر چکا ہوں اگر کوئی اور مسئلہ دریافت کرنا ہو تو زبانی دریافت کر لیا جائے۔ بغیر پوچھے اپنی رائے سے عمل نہ کریں اب اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۱۔ ذبح کرنے والے ۲۔ خیال ۳۔ ذبح ۴۔ اللہ تعالیٰ ۵۔ حکم